سَــچّـــی مُــچّـــی

نشیب وفراز سیاست کا حصہ ہوتے ہیں مگر اپنے ہی ہاتھوں اپنے ہی پاؤں کاٹ کر آدمی یہ توقع رکھے کہ درد بھی نہیں ہوگا اور خون بھی نہیں نکلے گا تو شاید اس سے بڑی حماقت دنیا میں کسی دوسری چیز کا نام نہ ہو۔ وطن عزیز پاکستان اپنے قیام کے آغاز ہی سے طالع آزماؤں کے ہاتھوں تختہ مشق بنا رہا ہے۔ اس سے پہلے سیاسی جماعتوں کا تو یہ کردار رہا ہے کہ وہ راتوں رات پارٹی بدلنے کا ریکارڈ رکھتی ہیں لیکن مذہبی جماعتیں جن کا نعرہ صرف اور صرف اسلام رہا ہے۔ وہ بھی اسلام آباد، اسلام آباد کھیلتے ہوئے یوں اصول واخلاقیات کا خون کریں گی کم از کم عام لوگوں کے احاطہ ذہن میں اس کی شاید بھنک بھی نہیں پڑی ہوگی۔ لیکن اب وہ لوگ جو سارا سال مجلس عمل کے ڈرامے پر بغلیں بجاتے رہے وہ تو حیران وپریشان وساکت ہیں ہی خود مجلس عمل کے راہنما بلکہ اس سارے کھیل کے مرکزی کردار خود بے چین نظر آتے ہیں۔

مثلاً گذشتہ دنوں لیاقت بلوچ نے جناب صدر کی خدمت میں عرض گزاری کہ سال کا انتظار کرنے کی بجائے صدر صاحب کو ابھی وردی اتار دینی چاہئے۔ مجھے ان کا بیان پڑھ کر یہ شعر بے ساختہ ہی پڑھنے کو جی چاہا۔

اس سادگی پہ بھی کیوں نہ مر جائیں میر
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

آج کی خبر
فری

کبھی حافظ حسین احمد صاحب وزیر اعظم ظفر اللہ جمالی سے سوال کرتے ہیں کہ کیا صدر صاحب پارلیمنٹ سے خطاب وردی میں کریں گے یا وردی کے بغیر جس کا وزیر اعظم نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور یہ دونوں بزرگ ہیں جو خصوصی طیارے استعمال کرتے ہوئے حکومت ومجلس عمل کے اس گٹھ جوڑ میں مرکزی کردار ادا کرتے رہے۔ ابھی اس سمجھوتے کی سیاہی بھی خشک نہیں ہوئی کہ اب وردی کے بارے میں بڑے متفکر نظر آتے ہیں آج ہی لیاقت بلوچ کا بیان چھپا ہے کہ جب تک وردی نہیں اترتی احتجاج جاری رہے گا۔ جب وصل کی گھڑیاں تھیں اس وقت نہ زبان کنٹرول میں تھی اور نہ عقل ساتھ دے رہی تھی۔ اب جبکہ جنرل صاحب کے ہاتھ میں سترہویں آئینی ترمیم کی شکل میں ایل ایف او کا خنجر آ گیا ہے۔ اور انہوں نے اعتماد کے ووٹ کا دفاعی قلعہ تعمیر کر لیا ہے تو اب ان صاحبان جبہ ودستار کی آنکھیں کھلی ہیں تو سارا منظر ہی بدل چکا ہے۔ اب بھی مولانا فضل الرحمٰن لجاجت بھرے لہجے میں سید نفیس رقم شاہ صاحب کی گرفتاری پر یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے کہ سخت احتجاج پر حکومت گلہ نہ کرے (بھلا سخت احتجاج کے قابل حکومت نے آپ کو رہنے ہی کب دیا ہے؟) اور کبھی حافظ حسین احمد وغیرہ اے۔ آر۔ ڈی۔ سے بھیک مانگ رہے ہیں کہ صدر کے پارلیمنٹ سے خطاب کے موقعہ پر ہمیں بھی احتجاج میں شریک کر لیا جائے۔ اور کبھی کورس کی شکل میں گاتے نظر آتے ہیں کہ ہم نے تو یہ معاہدہ نواز شریف اور بے نظیر کو واپس لانے کیلئے کیا ہے یہ سارا ریکارڈ اخبارات کے صفحات میں موجود ہے اور بات بھی تو ابھی کل ہی کی ہے۔ جس کی تفصیل بیان کرنا کوئی ضروری نہیں ہے۔ درحقیقت ان لوگوں کی تاریخ ہی ذاتی مفادات سے بھری پڑی ہے اور اس کے حصول کیلئے یہ بڑے سے بڑا جرم کر گزرنے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں۔ ابھی تک لوگوں کو یہ بات بھولی نہیں ہوگی کہ جماعت اسلامی کے بانی (ابوالاعلیٰ مودودی) نے خانہ کعبہ کیلئے تیار کئے گئے غلاف کے ٹکڑوں کو اپنے سیاسی مفادات کیلئے استعمال کیا جس سے شرک کا ارتکاب تک کر بیٹھے کہ ان ٹکڑوں کو حضرت علی ہجویریؒ کی قبر پر حصول برکت کیلئے چڑھایا گیا ڈھول کی تھاپ پر بھنگڑے ڈالے گئے۔ مرد وخواتین کے مخلوط اجتماع ہوئے جس میں شرمناک قسم کے مناظر دیکھنے میں آئے اور اس سے بھی بڑھ کر کئی انسانی جانوں کا ضیاع ہوا یہ سارا کچھ صرف اپنے سیاسی مفادات اور دنیاوی شہرت کے حصول کیلئے کیا کہ خانہ کعبہ کی عزت وتوقیر کا خیال بھی نہ رہا۔ اور رہا دوسرا گروپ تو ان کے بزرگوں نے بھی ووٹ لینے کی خاطر حضرت علی ہجویریؒ کے دربار پر حلوہ تقسیم کیا تھا۔

شاید اقبال نے انہی کے متعلق کہا تھا۔

ہو نکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے
کیا نہ بیچو گے اگر مل جائیں صنم پتھر کے

اب لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کیلئے کبھی پارلیمنٹ سے واک آؤٹ کرتے ہیں اور کبھی تو گھر سے جاتے ہی نہیں اگر حکومت سے گٹھ جوڑ کیا ہے تو اب ان معاہدوں کو نبھاؤ۔ حکومت کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر موج کرو، کسی دوشیزہ کی کہہ مکرنیوں کا نمونہ پیش نہ کرو۔ اب ہرجائی نہ بنو میدان میں ڈٹے رہو، جب ناچنے ہی لگے ہو تو گھونگھٹ کیوں نکالتے ہو، کیا شرم آتی ہے؟ واقعی......؟ سچی، مچی......؟